"جامع اموی دمشق"

از
(مولانا محمد ظفیر الدین صاحب استاذ دار العلوم معینیہ ...)

"تاریخ مساجد" سے یہ ایک دوسری مسجد کے حالات ہدیۂ ناظرین ہیں، مقصد یہ ہے کہ اہل علم خامیوں سے آگاہ فرمائیں اور جو معلومات فراہم ہونے سے رہ گئے ہیں ان کی طرف راہ نمائی کریں، آج پھر اہل علم سے درخواست ہے کہ ہند و پاکستان کی تاریخی اور قابل ذکر مسجدوں کا حال فراہم کرنے میں حقیر کا ہاتھ بٹائیں۔

ظفیر

دمشق کو اپنی دلفریبی اور خوبصورتی میں خاص شہرت حاصل ہے، سیاح جب وہاں پہنچتا ہے تو بے ساختہ اس کی زبان پر اس کے لئے "بہشت دنیا" کا لفظ آجاتا ہے غیر ملکی انسان وہاں کے بازاروں اور گھروں کی دلکش آرائش دیکھ کر متحیر رہ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سیکڑوں سال پہلے سے دمشق کو "جنت ارض" کا خطاب مل چکا ہے۔

اس شہر کی طرف صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کو توجہ ہوئی سنہ ۱۳ھ میں غوطہ فتح کرتے ہوئے دمشق میں مسلمانوں کا داخلہ ہوا اور ایک لمبے محاصرہ کے بعد رجب سنہ ۱۴ھ میں فتح ہوگیا اس سے پہلے وہاں نصاریٰ کا تسلط تھا[۱]

دمشق میں مسلمانوں کے داخلہ کے بعد سیکڑوں مسجدیں وجود میں آئیں لیکن ان تمام مساجد میں جامع اموی کو سب سے زیادہ عزت و شہرت حاصل ہے، جہاں یہ مسجد قایم ہے اس حصہ کو عرصہ سے معبد ہونے کا فخر حاصل ہے، پہلے یہاں بت پرستوں کا مندر تھا۔ عیسائیوں کو جب حکومت حاصل ہوئی تو ان کا گرجا بنا اور آخر میں جب اسلام کی نورانی کرنیں دنیا میں پھیلیں اور

---

[۱] فتوح البلدان

پھر دمشق میں بھی اس کو مقبولیت حاصل ہوئی تو یہ حصہ مسجد میں تبدیل ہو گیا[1]۔

یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ دمشق کا نصف حصہ صلح سے اور نصف جنگ سے فتح ہوا، ایک طرف سے سیف اللہ حضرت خالد بن الولیدؓ تلوار لے کر داخل ہوئے اور دوسری طرف سے امین الامۃ حضرت عبیدہ بن الجراحؓ مصالحت سے بڑھے اور دونوں بزرگوں نے کنیسہ کے پاس آکر ایک دوسرے سے ملاقات کی گرجا کا جو حصہ حضرت خالد بن الولیدؓ کو فتح میں پڑا وہ مسجد بنا لیا گیا اور جو حصہ حضرت عبیدہ بن الجراحؓ کی طرف صلح میں پڑا وہ علی حالہ گرجا باقی رہا، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے، اس کنیسہ کا پورب حصہ مسجد بنا، اور پچھم حصہ گرجا کا گرجا ہی رہا[2]۔

خلافت بنی امیہ کا جب دور آیا تو اس مسجد کو وسعت دینے کی رائے ہوئی، اول اول حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی، مگر نصاریٰ نے اپنے حصہ کے دینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے آپ کو خوشی اختیار کرنی پڑی اور اس وقت یہ کام انجام نہ پا سکا ان کے کچھ عرصہ بعد جب عبد الملک بن مروان کا عہد خلافت آیا، تو ایک مرتبہ پھر انھوں نے اس مسئلہ کو اٹھایا اور کافی دولت خرچ کی اور ہر ممکن طریقہ سے نصاریٰ کو راضی کرنے کی جد و جہد کی، مگر ابھی وقت نہ آیا تھا، وہ راضی نہ ہوئے[3]۔

ان کے بعد ان کا بیٹا ولید بن عبد الملک خلیفہ ہوا، ولید نے اپنے عہد حکومت میں وہ کام انجام دینا چاہا جو ان کے پہلے بزرگ نہ کر سکے تھے، جامع دمشق کی توسیع کے لئے عیسائیوں کی رضامندی ضروری تھی کیونکہ مسجد کے بغل کی زمین کے مالک وہی تھے اس لئے ولید نے اس سلسلہ میں کافی دولت صرف کی اور ان کی منہ مانگی مراد دینے کو تیار رہے، پھر بھی یہ عیسائی راضی نہ ہوئے اب انھوں نے دباؤ سے کام لے کر راضی کرنا چاہا، تو ان کی طرف سے یہ بات مشہور کی گئی کہ جو اس گرجا کو ڈھانے کے لئے جائیگا وہ پاگل بن جائے گا اس پروپگنڈے سے عوام متاثر ہوئے بغیر نہ رہے، ولید نے جب یہ رنگ دیکھا، تو اس کام کے لئے سب سے پہلے خود تیار ہوئے،

[1] تمدن عرب ص۱۶۵ [2] فتوح البلدان باب فتح مدینہ دمشق دارصہا [3] ایضاً۔

پھاوڑا اٹھا، دیوار پر چڑھ گئے، اور یہ کہہ کر ڈھانا شروع کر دیا، کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہلا پاگل میں بنتا ہوں خلیفۂ وقت کا کسی کام کو شروع کرنا، اس کے انجام کی علامت ہے دوسرے لوگ بھی اس کام میں شریک ہوئے، اور جنون کا پروپیگنڈا غلط ثابت ہوا، مختصر یہ کہ عیسائیوں کو خلیفہ کے حق میں راضی ہونا پڑا

پھر کیا تھا ولید بن عبدالملک نے اپنے باجگزار شاہ روم کو حکم دیا، کہ معمار اور انجینیر اس کام کے لئے بھیجے جائیں، چنانچہ خلیفہ کا حکم پاتے ہی وہاں سے مختلف ملکوں کے بارہ ہزار معمار اور انجینیر پہنچ گئے اور ۸۶ھ میں کام باضابطہ شروع کر دیا گیا، اس کار خیر کے لئے شاہی خزانہ کا منہ کھول دیا گیا، قیمتی پتھروں جواہرات اور سونے کا ڈھیر لگ گیا، اور پوری مستعدی سے کام ہونے لگا۔ جامع دمشق کی عمارت میں مسلسل آٹھ برس تک کام لگا رہا، تب جا کر یہ عمارت تکمیل کو پہنچی[۱] اس کی تعمیر پر پانچ کروڑ روپے[۲] سے زیادہ خرچ ہوئے، مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں۔

"اسلامی مورخ ابن المعلی اسدی نے لکھا ہے کہ اس جامع اموی کی تعمیر میں سو صندوق صرف ہوئے ہیں ہر صندوق میں دو لاکھ اٹھائیس ہزار دینار تھے کل رقم سکۂ انگریزی پانچ کروڑ روپے سے کچھ زائد ہوتی ہے"[۳]

ولید بن عبدالملک کے حوصلہ اور اس کے شوق تعمیر کو دیکھتے ہوئے، یہ رقم کچھ زیادہ نہیں ہے انھوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں جو کام بھی انجام دیا، بڑے حوصلہ سے انجام دیا۔

جامع دمشق کی عمارت اپنے زمانہ میں بے نظیر تھی، اس کی دیواروں میں سونے، قیمتی پتھر اور جواہرات کے جڑاؤ اور ان کی پچی کاری تھی، اس جامع اموی کی چھت سنہری تختیوں کی تھی، اس میں چھ سو طلائی چراغ روزانہ روشن ہوتے تھے، جن کی زنجیریں بھی سونے ہی کی تھیں، نماز پڑھنے کے مصلوں میں قیمتی پتھر جڑے تھے، رنگین شیشوں کے چوہتر (۷۴) آفتاب نما جھاڑ آویزاں تھے، اور ان کے پائے مرصع اور رخام کے تھے، مجموعی طور پر یہ جامع دمشق اپنے حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھی، دور سے جب کوئی ساربان اپنے اونٹوں کو دوڑاتا ہوا دمشق کی طرف چلتا تھا

---

[۱] سفرنامہ بلاد اسلامیہ ص ۲۱۶ ج ۲ [۲] زیارۃ الشام والقدس ص ۶۵ [۳] علامہ ابن کثیر نے اخراجات ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار لکھا ہے (تاریخ ملت بحوالہ البدایہ والنہایہ ص ۱۴۲ ج ۹

توریگستان سے پہلی نظر اس کی جامع دمشق پر پڑتی تھی، اور ہجوم اشتیاق میں اسکے بہترین گنبد اور نازک میناروں کو تکتا رہتا تھا، اس مسجد کے گنبد اور اسکے مینار اتنے پاکیزہ اور بلند تھے کہ درختوں اور اونچے اونچے محلوں کے چھپائے بھی چھپتے نہیں تھے[1]

جامع اموی کا فرش اسقدر جاذب نظر اور خوش منظر تھا کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہتا تھا اس کے حوض اور فوارے حور و غلماں کا لطف دیتے تھے، جسکے کناروں پر مختلف ملکوں کے زائرین اور عراقی تاجر پہلو بہ پہلو بیٹھے وضو کرتے نظر آتے تھے، مسجد کی وسیع عمارت میں ایک امام کے پیچھے ہزاروں مسلمان صف بستہ کھڑے ہوتے تھے، جنکے لباس مختلف، رنگ و روپ الگ الگ، اور جو مختلف آب و ہوا اور ممالک کے باشندے ہوتے تھے، مگر یہاں ہر درجہ اور مرتبہ کے لوگ شانہ سے شانہ ملائے ایک ہی مصلے پر کھڑے اور ایک ہی امام کے اشارے پر سربسجود دکھائی دیتے تھے، امیر اور فقیر، بادشاہ اور درویش، آقا اور غلام کی کوئی تمیز نہ ہوتی تھی، اس مسجد کی دیواریں قد آدم تک قیمتی پتھروں کی تھیں، اس سے اوپر سونے کے پتر لگے تھے، جس پر جواہرات سے گلکاری کی گئی تھی، جو اپنی آپ مثال تھی پھر اوپر دیواروں میں یہ کیا گیا تھا کہ مختلف رنگوں کے جواہرات سے ان پر دنیا کے تمام مشہور شہروں کے نقشے بنائے گئے تھے، محراب پر کعبۃ اللہ کا نقشہ تھا "محراب الصحابہ" میں جسکا ذکر آگے آرہا ہے، کہا جاتا ہے ایک بیش بہا جوہر تھا، جو پوری مسجد کو چراغوں کے گل ہونے کے بعد تنہا روشن رکھتا تھا (تاریخ ملت ص۳۴۴ ج۲)

جامع دمشق تین سو ہاتھ طول اور دو سو ہاتھ عرض میں پھیلا ہے، علاوہ ازیں سو ہاتھ کا صحن ہے جسمیں محدث، فقیہ، مفسر، اور دوسرے علماء کا اجتماع رہتا ہے، جو بڑا دیدہ زیب ہوتا ہے،[2]

ولید بن عبد الملک کے کچھ ہی عرصہ بعد جب خلافت بنوامیہ کے نامور اور قابل صد احترام خلیفہ عمر بن عبد العزیز رح کا زمانہ آیا تو عیسائیوں کے اس مقبوضہ حصہ کو انھوں نے واپس کرنا چاہا، جسے ولید نے مسجد میں شامل کرلیا تھا، اور جو ان سے پہلے مسلمانوں کے تصرف میں نہ تھا، مسلمانوں نے اسکے خلاف آواز اٹھائی، اور انھوں نے یہ مطالبہ پیش کر دیا، کہ غوطہ کے وہ تمام کنیسے ہمیں واپس دیدیئے جائیں جنکو

---

[1] تمدن عرب ص۱۶۵ و رحلۃ ابن بطوطہ ص۶۳ ج۱ واخبار الاندلس ص۳۷۳ ج۱ [2] رحلۃ ابن بطوطہ ص۶۳ ج۱

مسلمانوں نے لڑکر فتح کیا تھا، یہ آواز جب عیسائیوں کو پہونچی تو انھوں نے اپنے اس حصہ سے باز دعویٰ لکھدیا جو جامع دمشق میں شامل کیا گیا تھا[۱] حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بعض لوگوں کے بیان کے مطابق نصاریٰ کو نہایت معقول رقم بھی دی، اور اسطرح جب وہ خوش ہوگئے اور برضا و رغبت یہ حصہ مسجد کو دیدیا، تو کہیں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو اطمینان ہوا۔[۲]

صاحب "تمدن عرب" کے بیان کے مطابق ولید بن عبد الملک کی تعمیر کردہ مسجد ۴۶۱ھ مطابق ۱۰۶۹ء میں جل گئی اور پھر دوبارہ تعمیر ہوئی، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ بعد والی مسجد اس اعلیٰ پیمانہ پر باقی نہ رہی جیسے ولید بن عبد الملک نے تعمیر کرایا تھا بلکہ یہ اس سے بہت کمتر درجہ کی ہے۔[۳] مگر جامع دمشق کی یہ جدید عمارت بھی معمولی نہیں ہے آٹھویں صدی ہجری کا مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطہ جب وہاں پہنچا ہے تو وہ اس عمارت کو دیکھ کر متحیر رہ گیا ہے وہ لکھتا ہے کہ یہ مسجد اپنی صنعت، مضبوطی، خوبصورتی اور دوسری خوبیوں میں دنیا کی تمام مسجدوں سے بڑھی ہوئی ہے، دنیا میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے جامع دمشق کی یہ عمارت بڑی دلکش ہے، اس کے تین فرش ہیں اور شرق سے غرب تک مستطیل پھیلے ہوئے ہیں، یہ واضح رہے کہ ملک شام مکہ مکرمہ سے شمال میں واقع ہے، اس لئے جامع دمشق کا قبلہ جنوب پڑتا ہے، اور لوگ جنوب ہی کی جانب منہ کرکے اس جامع میں نماز پڑھتے ہیں، اس کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ پورب سے پچھم تک مستطیل کیوں ہیں، مسجد کے تین دالان ہیں، ہر ایک کی اٹھارہ قدم وسعت ہے اور (۱۸) ستون پر قایم ہے، تمام ستون کے اوپر محراب بنے ہوتے ہیں جو بہت خوبصورت اور رنگین ہیں اور یہی ستون اور محراب اس گنبد کو تھامے ہوئے ہیں جو سیسہ پلایا ہوا ہے، اور محراب کے مقابل واقع ہے' ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اس کا نام "قبۃ النسر" ہے اس لئے کہ پوری مسجد دور سے چیل کی شکل کی معلوم ہوتی ہے اور معمار کا کمال فن یہ ہے کہ شہر کے جس کنارے سے اسے دیکھئے معلوم یہی ہوگا کہ کوئی چیل ہے جو ہوا میں اڑرہی ہے، مسجد کے آگے وسیع صحن ہے، جس میں تین طرف سے دالان ہیں، پورب سے، پچھم سے اور مسجد

---

۱ فتوح البلدان ص۱۳۲ و سفرنامہ بلاد اسلامیہ ص۲۴ ج ۲ ۲ زیارۃ الشام والقدس ص۱۸ ۳ تمدن عرب ص۱۶۵

کے آگے سے، ہر دالان میں دس قدم گنجائش اور کشادگی ہے، اور ہر دالان میں (۲۴) ستون اور چودہ پائے ہیں جو دیکھنے میں بہت عمدہ اور بھلے معلوم ہوتے ہیں، خوبصورتی پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہے، مغرب سے عشار تک عموماً یہاں ہر علم و فن کے علمار کا اجتماع ہوتا ہے، اس کی دیواریں خوشنما کتبوں سے پُر ہیں، کھڑکیوں میں رنگین شیشے لگے ہیں جامع دمشق کے وسیع صحن میں تین خوشنما قبے ہیں، ایک قبہ پچھم میں ہے اس کا نام حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نام مبارک کی طرف منسوب ہے، یہ قبہ سنگ مرمر کے آٹھ ستونوں پر قایم ہے، اور مختلف رنگ اور سونے کے پانی سے آراستہ ہے، اس کی چھت سیسہ پلائی ہوئی ہے، جامع دمشق کا مال یہیں جمع ہوتا ہے، اس جامع کی آمدنی پچیس ہزار دینار سرخ ہے۔ دوسرا قبہ پوربی کنارے میں ہے یہ بھی آٹھ ستونوں پر قایم ہے اور گو غربی سے چھوٹا ہے مگر بڑا دیدہ زیب ہے، یہ حضرت زین العابدینؒ کے نام نامی کی طرف منسوب ہے، تیسرا قبہ وسط صحن میں ہے اور یہ ہشت پہل اور سب سے زیادہ جاذب نظر اور جنت نگاہ ہے، اس کے نیچے چاندی کا فوارہ بنا ہوا ہے، جو بہت لطف دیتا ہے[۱]

جامع دمشق کے قبلہ میں چار محراب ہیں، صدر محراب میں شافعی امام کی جگہ ہے اس کے بائیں محراب الصحابہ ہے جس میں مالکی امام امامت کرتے ہیں اور صدر محراب کے دائیں محراب الحنفیہ ہے جو حنفی امام کی جگہ ہے اور اسی محراب الحنفیہ کے متصل محراب الحنابلہ ہے، اور یہ حنبلی امام کی جگہ ہے[۲]

صاحب[۳] خلاصہ تحفۃ النظار نے لکھا ہے کہ ۸۰۳ھ میں جب تیمور لنگ نے دمشق پر حملہ کیا تو اس نے شہر کی تباہی و بربادی کے ساتھ جامع دمشق کے بیشتر حصہ کو بھی برباد کر دیا[۴]، اس وقت پھر وہاں کے مسلمانوں نے اس کی مرمت کی ہوگی، اسی طرح مولانا عبدالرحمٰن امرتسری نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ

"یہ مسجد دنیا کی نامور اور خوبصورت مسجدوں میں شمار ہوتی تھی، مگر چار پانچ سال ہوئے کہ آتشزدگی سے بالکل ویران ہو گئی"[۵]

---

[۱] رحلۃ ابن بطوطہ ذکر جامع دمشق ص۶۳ [۲] ایضاً ص ۶۴ ج ۱ [۳] خلاصہ تحفۃ النظار ص۳۷ [۴] ... [۵] سفرنامہ بلاد اسلامیہ ص۲۲ ج۲

انھوں نے اپنا سفرنامہ ۱۸۹۸ء میں لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جامع دمشق کی خوبصورت عمارت دوسری بار ۱۸۹۳ء میں جل گئی تھی، انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اہل شام نے پچاس ساٹھ ہزار پونڈ چندہ فراہم کیا ہے اور بہت عمدگی اور خوبی سے دوبارہ تعمیر ہو رہی ہے" ساتھ ہی رقمطراز ہیں کہ میرے زمانۂ قیام میں نصف سے زیادہ کام ختم ہو گیا ہے۔ [1]

تیسرا سفرنامہ اس سلسلہ میں میرے سامنے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کا ہے، جنھوں نے ۱۳۲۹ھ میں دمشق کی سیاحت کی ہے اور اسی زمانہ میں اپنا سفرنامہ مرتب کیا ہے، انھوں نے جامع دمشق کی عمارت کی جو ہیئت بیان کی ہے وہ موجودہ عمارت کی تفصیل سمجھی جائیگی، اسلئے اسے پیش نظر رکھتے ہوئے موجودہ عمارت کا نقشہ یہ ہے۔ کہ جامع دمشق کا طول و عرض سابق ہی ہے، مسجد میں (۶۸) ستون اور بیس محرابی دروازے ہیں، جو نہایت پاکیزہ اور لطیف ہیں ان پر بہت ہی صاف پردے لٹک رہے ہیں، اور اعلیٰ پیمانے کے کواڑ بھی جڑے ہیں، محراب الصحابہ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ یہ صحابۂ کرام کے بیٹھنے کی جگہ مشہور ہے یہ (۴۴) بالشت طویل ہے اور (۲۲) بالشت عریض، یہ حصہ مقصورہ حلقہ میں واقع ہے، دوسرا مقصورہ جو سب سے بڑا ہے اور مقصورۂ ولید میں واقع ہے اس میں محراب و منبر ہیں، اسی میں کھڑے ہو کر خطیب جمعہ وغیرہ میں خطبہ دیا کرتا ہے، تیسرے مقصورہ کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ غربی جانب میں اضافہ کیا گیا ہے اور یہ اسوقت درس و تدریس کا مرکز بنا ہے، ان مقصوروں کے علاوہ کچھ اور جگہیں ہیں جن کو زاویے کہتے ہیں، ان میں مدرسین بیٹھکر درس دیتے ہیں، لڑکے مطالعہ کرتے ہیں، پوربی کنارے جو امام کے بائیں پڑتا ہے مستورات کے لئے مسجد کا زنانہ درجہ ہے، جسکے دروازے تمام دروازوں سے الگ ہیں، ان کے وضو کے لئے اسی حصہ میں ایک حوض بنا ہوا ہے جن میں وہ وضو کرتی ہیں، پردہ کا معقول اور کافی انتظام ہے، اس زنانہ درجہ میں عورتیں امام مسجد کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ [2]

مسجد کی چھت بہت عمدہ اور خوش کن ہے، چھت کا قبہ گول ہے، مگر اس میں عجیب کاریگری سے کام لیا گیا ہے، کھڑکیاں عجیب کمال کی کھولی گئی ہیں، جن سے ہر طرف کی ہوا آتی رہتی ہے، بقدر ضرورت

---

[1] سفرنامہ بلاد اسلامیہ صفحہ ۲۲ ج ۲ [2] زیارۃ الشام والقدس صفحہ ۲۸، صفحہ ۲۹

کافی روشنی بھی ان سے آکر مسجد کو بقعۂ نور بنائے رکھتی ہے گنبد اور چھت کئی حصوں میں منقسم ہیں اور رنگین اور دلآویز شیشوں سے مزین ہیں، دھوپ میں اسکی خوبصورتی دیکھکر آدمی متحیر رہ جاتا ہے، دیوار کے بعض حصوں پر ابتک پرانی پچی کاری ہویدا ہو کر اپنے بانی کی یاد تازہ کررہی ہے، ان کا حال یہ ہے کہ امتدادِ زمانہ کے باوجود بھی معلوم ہوتا ہے کہ معمار ابھی بنا کر گئے ہیں،[1]

جامع دمشق میں تین مینار ہیں ان میں سے دو مکعب ہیں اور ایک ہشت پہل ہے جو اپنی صنعت اور زیبائش میں سب سے بڑھا ہوا ہے، اس کے اوپر ایک عمدہ کٹہرا بنا ہوا ہے جسکو بارہ دری کی طرح کا سمجھ لیجئے اور اس ہشت پہل مینار کی بلند و بالا چوٹی پر گولا بنا ہوا ہے اور اس پر اسلامی ہلال بنا لہرا رہا ہے[2]

جامع دمشق کی دیواروں کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ اس میں ایسے مسالے ملائے گئے ہیں کہ اس میں مکڑی جالا نہیں پور سکتی اور نہ ابابیل اس میں گھونسلہ بنا سکتی ہے[3]

منبر کے سامنے ایک مکبّریہ بنا ہوا ہے جو بڑی عمدگی سے سجایا ہوا ہے، اسقدر وسیع ہے کہ آٹھ دس آدمی بآرام و عافیت نماز پڑھ سکتے ہیں[4]

مسجد کے اندر ایک چھوٹا سا خوبصورت کنواں بھی ہے جس سے مشین کے ذریعہ پانی نکالا جاتا ہے، باہر بڑے قبہ کے نیچے ایک حوض ہے جس میں بہترین فوارہ لگا ہوا ہے،[5]

جامع دمشق کے چار دروازے ہیں، ایک دروازہ قبلہ کی طرف یعنی جنوب میں ہے، اسکا نام "باب الزیادۃ" ہے، دوسرا دروازہ شمال میں ہے باب الزیادہ کے متعلق ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ اسکے اوپر ایک نیزہ ہے جس میں حضرت خالد بن الولیدؓ کا جھنڈا تھا، اور اس دروازہ سے نکلکر لوگ گھوڑوں کے بازار میں پہنچتے ہیں، خود اس دروازہ کے آگے ایک بڑا وسیع دہلیز ہے جس میں پرانی چیزیں بیچنے والوں کی دکانیں لگی رہتی ہیں، شمالی دروازہ کا نام "باب الطلقانیین" ہے اسکے آگے بھی دہلیز ہے اور یہاں حوض ہے اور اسی مقام پر غسلخانے

---

[1] زیارۃ الشام والقدس ص۴۲ و ص۴۹ [2] تمدن عرب ص۱۶۵ [3] زیارۃ الشام والقدس ص۴۵ [4] ایضاً

[5] زیارۃ الشام والقدس ص۴۷

بھی ہیں، جن میں پانی ہمیشہ آتا رہتا ہے،

سب سے بڑا دروازہ شرقی ہے جسکا نام "باب جیرون" ہے، اسکے آگے بھی ایک وسیع دہلیز ہے اس سے نکل کر ایک دالان میں پہنچتے ہیں جس میں پانچ دروازہ ہیں، اور اس میں چھ لمبے عمدہ ستون لگے ہیں، اس کے بائیں ایک بڑا شہر ہے جسمیں بقول بعض حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک مدفون ہے،[ع] اور اسی کے مقابل ایک چھوٹی مسجد ہے جو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی طرف منسوب ہے،

چوتھا دروازہ غربی حصہ میں ہے جسکا نام "باب البرید" ہے، اس سے نکل کر ایک شافعی مدرسہ تھا[۱]

جامع دمشق کے ان چاروں دروازوں پر ایک ایک وضو خانہ ہے اور ان میں سے ہر ایک وضو خانہ میں قریباً سو سو کمرے ہیں، جن میں ہر وقت پانی موجود رہتا ہے[۲] غربی دروازہ سے باہر نمازیوں کے لئے متعدد پیشاب خانے اور بیت الخلاء ہیں، جن میں ہر وقت پانی چلتا رہتا ہے[۳]

بقول ابن بطوطہ اس جامع اموی میں وہ قرآن پاک بھی ہے جسے حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے زمانہ میں لکھوا کر شام بھیجا تھا، یہ قرآن پاک ایک محفوظ جگہ میں ہے، ہر جمعہ کو اس قرآن پاک کی زیارت ہوتی ہے، جس میں بڑی بھیڑ ہوتی ہے سب لوگ اسے بوسہ دیتے ہیں، اور اسی مقام پر فریقوں کو حلف دی جاتی ہے اور اگر کوئی کسی پر کسی طرح کا دعویٰ کرتا ہے تو اس سے بھی اسی جگہ قسم لی جاتی ہے[۴]

اس مسجد کے شرق میں ایک صومعہ تھا جس میں غسل خانہ تھا اس میں وہ لوگ غسل کرتے تھے، جو معتکف ہوتے تھے، اسی وجہ سے اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا، یہاں وضو خانہ بھی ہے[۵]

جامع اموی میں مؤذنوں کی تعداد (۷۰) ستر ہے[۶] امام بھی کئی ہیں، اس کے امام بڑے جید عالم اور اپنے وقت کے بڑے باخدا اور خدا ترس بزرگ ہوتے ہیں، ابن بطوطہ نے اپنے زمانہ قیام کے ائمہ کے نام بھی لکھے ہیں اور ہر ایک کے علم اور زہد و تقویٰ کی تعریف بھی کی ہے، ان کی تعداد تیرہ (۱۳) لکھی ہے،[۷]

ع۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے [۱] رحلۃ ابن بطوطہ ص۶۶ [۲] زیارۃ الشام والقدس ص۴۹ [۳] رحلۃ ابن بطوطہ ص۶۴ ج۱

[۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] ایضاً ص۶۶ [۷] رحلۃ ابن بطوطہ ص۶۷ ج۱

وسط مسجد میں حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک ہے، ایک تابوت ہے جو دو ستونوں کے درمیان پھیلا ہے، قبر مبارک پر سیاہ ریشمی کپڑا پڑا ہے اور اس پر سفید حروف میں یہ آیت لکھی ہوئی ہے۔ (یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ)[1]

اس مسجد کی فضیلت میں ابن بطوطہ نے کچھ اقوال و آثار بھی نقل کئے ہیں، اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ قبلہ والی دیوار حضرت ہود علیہ السلام کی رکھی ہوئی ہے (جو قابل تحقیق ہے) اور ان کی قبر بھی اسی مسجد میں کہیں ہے، مگر پھر انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہود علیہ السلام کے نام کی قبر میں نے یمن کے علاقہ میں بھی دیکھی تھی۔[2]

ابن بطوطہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جامع اموی کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ ہر وقت دن رات اس میں نمازیوں کی ایک جماعت نماز میں مشغول رہتی ہے، کسی وقت نمازیوں سے خالی نہیں رہتی الا ماشاء اللہ۔ اسی طرح ہمہ وقت یہاں کلام اللہ کی تلاوت ہوتی رہتی ہے، صبح کی نماز بعد لوگ جمع ہوکر باضابطہ سات ختم قرآن پاک پڑھتے ہیں، پھر عصر بعد جمع ہوکر سورۂ کوثر سے ختم قرآن پڑھتے ہیں اسے وہاں کی اصطلاح میں "کوثریہ" کہتے ہیں، اس نیک کام کے لئے تقریباً چھ سو حفاظِ قرآن وظیفہ پاتے ہیں، ایک حاضری نویس ان کی حاضری لکھتا ہے اور غائب رہنے پر ان کا وظیفہ اسی اعتبار سے وضع کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ ایک بھاری جماعت مجاورین کی ہے جنکا کام رات دن نماز، تلاوت اور ذکر اللہ ہے، ان کو یہاں کے معتکفین میں شمار کیجئے، یہ لوگ مسجد سے باہر کہیں نہیں جاتے، معتکفین کے لئے جو غسلخانہ اور وضو خانہ ہے اسی سے کام چلاتے ہیں، کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کے نظم سے یہ پاک ہیں ان کی یہ تمام ضروریاتِ زندگی بغیر کہے سنے اہل شہر پوری کرتے ہیں۔[3]

باب جیرون کے باہر دائیں جانب ایک کمرہ ہے جس میں گھڑی کا عجیب وغریب سامان ہے، اس سے وقت کا اندازہ ملتا ہے، کہتے ہیں کہ اسکا اندرونی حصہ سبز رنگ سے اور بیرونی زرد رنگ سے رنگا ہوا ہے،

---

[1] رحلۃ ابن بطوطہ ص ۶۴ ج ۱ [2] ایضاً [3] رحلۃ ابن بطوطہ ص ۶۵ ج ۱

ہر گھنٹہ کے وقت اسکے رنگ میں ایک خاص طریقہ سے تبدیلی ہوتی ہے[۵]

صاحب صناعۃ العرب نے لکھا ہے کہ "دیوار میں طاق کی شکل کا ایک دریچہ تھا، جس میں ۱۲ چھوٹے چھوٹے پیتل کے طاقچے تھے ان طاقچوں میں بارہ چھوٹے دروازے تھے، پہلے اور اخیر طاقچہ کے نیچے دو باز بنے تھے، جو پیتل کی تھالیوں پر کھڑے تھے، جب ایک گھنٹہ گذر جاتا تو دونوں باز اپنی گردنیں بڑھاتے اور چونچ سے ان تھالیوں میں اس انداز سے پیتل کی گولیاں گراتے، کہ جادو معلوم ہوتا تھا، گولیوں کے گرنے سے گونج پیدا ہوتی اور طاقچہ کا دروازہ جو اسی گھنٹہ کیلئے بنا تھا خود بخود بند ہو جاتا اسی طرح جب ایک دور ختم ہو جاتا، تو تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں" (کتاب مذکور ص۱۰۰)

ابن بطوطہ نے اس مسجد میں درس و تدریس کے متعلق لکھا ہے کہ اسکے متعدد حلقے ہیں حدیث کی کتابیں اونچی کرسیوں پر رکھکر پڑھی جاتی ہیں، صبح و شام قرأت کی مشق ہوتی ہے، کچھ اساتذہ ہیں جو بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں، کچھ اساتذہ کتابت سکھاتے ہیں مگر قرآن پاک کی آیتیں تختیوں پر لکھکر مشق نہیں کرائی جاتی، اسے بے ادبی شمار کرتے ہیں، اشعار وغیرہ لکھکر بچوں کے حروف درست کراتے ہیں[۶]

ابن بطوطہ نے اپنے زمانۂ قیام میں جامع دمشق کے ائمۂ نماز میں ان بزرگوں کا نام لیا ہے۔

(۱) قاضی القضاۃ جلال الدین محمد بن عبد الرحمٰن القزوینی (۲) فقیہ ابو عمر بن ابی الولید بن الحاج التیبی القرطبی، (۳) فقیہ عماد الدین الحنفی المعروف بابن الرومی (۴) شیخ عبد اللہ الکفیف

اور جامع دمشق کے مدرسین کی جماعت میں سے ان علماء کرام کا نام لیا ہے۔

(۱) برہان الدین بن الفرکح الشافعی (۲) نور الدین ابو الیسر بن الصائغ (۳) شہاب الدین بن الجہبل۔ (۴) بدر الدین علی السخاوی المالکی، انمیں بعض وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن پر مصر اور دمشق کی قضا پیش کی گئی، مگر انھوں نے انکار کر دیا[۵]، رحمہم اللہ تعالیٰ،

---

[۱] رحلۃ ابن بطوطہ ص۶۶ [۲] ایضاً ص ۶۷ ج ۱ [۳] یہ گھنٹہ گھر ابن الساعتی نے نور الدین زنگی کے زمانہ میں بنایا تھا اور انعام کثیر حاصل کیا تھا (صناعۃ العرب ص۱۰۰) [۵۳] رحلۃ ابن بطوطہ ج ۱